مُحبت موسم اور تُم

بنتِ سحر

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

بنت سحر

یہ یونیورسٹی کے تین بڑے کمروں کے بائیں طرف بنے ہال کا منظر ہے۔۔۔ دیواروں پر سرخ اور سنہری رنگ کے پردے لٹکائے گئے ہیں جن کے سروں پر چھوٹی ٹوکریوں میں گلاب کے پھول بھرے ہوئے ہیں۔۔۔ ہال کی اونچی چھت پر لگے فانوس میں ست رنگی روشنیوں کی جھلک واضح ہے۔۔۔ سارے تماشائی دم بخود یہ منظر دیکھ رہے ہیں۔۔۔ دفعتاً" ساری لائٹس بجھتی ہیں اور پردہ آہستہ آہستہ اٹھتا ہے۔۔۔ پردے کی اوٹ سے وہ لڑکی بانکپن سے چلتی ہوئی اسٹیج پر آن رکتی ہے۔۔۔ اس لڑکی نے چوڑی دار پاجامہ پہن رکھا تھا۔۔۔ فراک کے کناروں کو اس نے چٹکیوں سے پکڑ رکھا تھا۔۔۔ ایک دودھیا روشنی کا دھبا اس کے وجود کو گھیر لیتا ہے۔۔۔ اس کا لباس بہت شاندار تھا۔۔۔ سرخ کمخواب کا گھیر دار فراک، جو سونے کے بٹنوں سے سجا لگتا تھا اور سنہری جھالر کی قطاروں سے چمک رہا تھا جو اس کے چاروں طرف لپٹی نظر آتی تھی۔۔۔ اس کے نازک پیروں کا کھسہ چمک رہا تھا۔۔۔ وہ لڑکی آہستہ سے کچھ بولتی ہے۔

"تم کہاں ہو سلیم۔۔۔؟" روشنی کا دھبا ایک لڑکے کے چہرے پر پڑتا ہے جو ایک مصنوعی چٹان سے ٹیک لگائے بیٹھا ہے۔۔۔ اس کا لباس شاہانہ ہے۔۔۔ رنگت سنہری ہے جیسے کوہ قاف کے جگنوؤں کی ہو۔

"میں تمہارے دل میں ہوں۔۔۔ انارکلی۔۔۔"

انارکلی نے آواز کی سمت کا تعین کیا اور چپکے سے اپنے مخملی ہاتھوں کو سلیم کی آنکھوں پر رکھ دیا۔۔۔ سلیم کی یونانی دیوتا کی سی ہنسی سنائی دیتی ہے۔

"سارے گلوں کی خوشبوؤں کے آگے تمہارے ہاتھوں کی خوشبو جدا ہے، سارے رنگوں کے ہجوم میں تمہارے وجود کا رنگ اعلا ہے۔۔۔" انارکلی اس کے قریب آن بیٹھتی ہے۔۔۔ اس کے لمبے بال فرش پر کالی چادر کی طرح بچھے ہوئے ہیں۔

"سلیم۔۔۔ میری زندگی میری سانسوں سے نہیں تم سے ہے۔۔۔ جذبات کے اعلا درجوں میں سے پہلے درجے عشق پر کھڑی ہوں۔۔۔ احساس قربت سوار ہے۔۔۔" سنہری آنکھوں میں سنہرا پانی مدوجزر اٹھانے لگا تھا سلیم نے اسے کندھے سے لگایا تھا۔

"عشق کے آسمان پر ہم عشق زادوں کا وجود ثبت کیا جا چکا۔۔۔ رب کے سوا کسی کو اختیار نہیں کے توڑے دو دل، جو جڑ چکے ہیں۔۔۔" انارکلی آنکھوں میں آس لیے بیٹھتی ہے۔ پردہ گرتا ہے۔

تماشائی دم بخود چہروں کے ساتھ حیرت کی بکل اوڑھے بیٹھے ہیں۔۔۔ ایسا لگتا ہے جسم حرارت سے خالی ہو اور دل دھڑکنوں سے خالی ہو۔۔۔ سناٹے کا سحر طاری ہے۔

پردے کی ڈوریاں اٹھتی چلی جاتی ہیں۔۔۔ ویرانیوں کے مناظر میں سے سب سے ویران منظر ہے۔۔۔ ہر طرف خزاں کے خشک پتے بکھرے ہوئے ہیں۔۔۔ ہوائیں بین کر رہی ہیں۔۔۔ زنجیروں میں جکڑی انارکلی کے آگے دیوار اٹھائی جا رہی ہے۔۔۔ زنجیروں میں بندھا وجود لہولہان ہو چکا ہے۔۔۔ پہلی اینٹ کے بعد دوسری۔۔۔ دم گھٹ رہا ہے۔۔۔ وہ روتی ہوئی کہتی ہے۔

"وقت کے حکمران کو اختیار نہیں کہ دلوں کے ملن میں خار بچھائے۔۔۔ انارکلی اور سلیم کا رشتہ حیات سے سانس، راگ سے ساز، گل سے خوشبو، پردوں سے

اڑان تک کا ہے۔۔۔ ہمارے عشق کی حقیقت پر فرشتے حیراں ہیں۔۔۔ موسموں کی خوب صورتی عشق سے ہے ۔۔۔ اگر عشق نہیں تو ہر بہار خزاں ہے جہاں صرف خشک پتوں کا شور ہے۔۔۔" دیوار کے پار انار کلی کا وجود غائب ہو جاتا ہے۔۔۔ سسکتی آواز باقی ہے۔

پردہ گرتا ہے۔۔۔ ہال کی روشنیوں میں بیٹھے تماشائی ورطہ حیرت میں ہیں۔۔۔ ہال کی دیواروں پر لگے دوپٹوں میں چھید ہونے لگتے ہیں۔۔۔ اور مردہ پھول فرش پر ساکت نظر آتے ہیں۔ پردہ اٹھتا چلا جاتا ہے۔۔۔ دیوار کے ساتھ اکڑوں بیٹھا سلیم آنکھوں میں نمی کا سمندر لیے بیٹھا ہے۔۔۔ وہ دیوار پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔۔۔ شدت اور تڑپ سے۔۔۔ اور وہ روتے ہوئے مخصوص لفظوں کی تکرار کیے جاتا ہے۔

"تم جانتی ہو ناں انار کلی۔۔۔ وجود خاک ہیں اور روح امر ہے۔۔۔ سب کو لگتا ہے وجود مٹا دینے سے عشق مٹ جاتا ہے۔۔۔ سب نادان ہیں۔۔۔ دلوں میں جلتی عشق کی مشعلوں پر کبھی زوال نہیں آتا۔۔۔ تم سن رہی ہو ناں انار کلی۔۔۔؟" سلیم کا سوال ہواؤں کے شور میں دبنے لگتا ہے۔ دیوار کے پار زنجیر ملنے کی آواز آتی ہے اور آخری دم توڑتی سسکی قطبین میں بکھر جاتی ہے۔

"سلیم۔۔۔ حاکم وقت کو کہنا انار کلی اور سلیم کے عشق کی پختہ عمارت پر دیواریں اٹھا دینے سے حاصل کچھ نہیں ہو گا۔۔۔ بہاروں کے موسموں نے خزاؤں کے آنے تک لفظ عشق دہرایا جائے گا۔۔۔ عشق کا کلمہ

گونج رکھتا ہے جو باز گشت ہے بار بار پلٹے گی....''
ادھر سلیم دیوار پر ہاتھ رکھتا ہے اور دوسری طرف انارکلی کے لہو آلود ہاتھ اٹھتے ہیں.... عشق روح کی کھیتی کا سنہری بیج ہے.... جو عشق زادے پیدا کرتا ہے.... اور یہ کام برسوں سے جاری ہے.... جاری رہے گا.... فنا سے بقا تک.... ابتدا سے انتہا تک۔ پردہ گرتا ہے۔

ہال میں سناٹا ہے.... منجمد تماشائی کھڑے ہیں.... ان کے ہاتھ سے ہاتھ ملتا ہے اور یونیورسٹی کے دیواریں لرز جاتی ہیں.... آدھا گھنٹہ اور جانے کتنے لمحوں تک تالیاں بجتی رہیں.... اسٹیج پر مس نیلم مائیک تھامے اپنی ہیل کی ٹک ٹک پر جز بز ہوتی ہوئی کہہ رہی تھیں۔

''ڈیئر.... اسٹوڈنٹس ہر سال کے آخر پر تقریب میں ڈرامہ پیش کیا جاتا رہا ہے مگر آپ لوگوں کی پذیرائی دیکھ کر لگتا ہے کہ اس ڈرامہ ''انارکلی اک لازوال عشق'' نے پچھلے سارے ریکارڈ توڑے ہیں.... میں اپنی پیاری اسٹوڈنٹ ''عقیدت'' کو مبارک دیتی ہوں کہ جنہوں نے میرے بے تحاشا اصرار پر انارکلی کا رول کیا.... اس کے علاوہ اپنے شہزادہ سلیم مسٹر شہریار بھی ڈھیروں مبارک باد کے مستحق ہیں....''

مس نیلم کی بات پر سارے اسٹوڈنٹس نے جوش و خروش کا مظاہرہ کیا.... ڈائس زور سے بجائے گئے تھے اور سیٹیوں کی آوازوں سے پوری یونیورسٹی گونج رہی تھی۔ آہستہ آہستہ ہال خالی ہو جاتا ہے.... فرش پر گری کچلی ہوئی پتیاں ادھر ادھر اڑنے لگتی ہیں۔

میرا دوست، میرا حبیب دم آخر پر ہے
میں کیا کروں اے خدا، میں ڈرا ہوا ہوں!
اسے اب جانا ہے وہ نہیں ٹھہر سکتا
اور ہوائیں بھاگی بھاگی کہتی پھرتی ہیں
انارکلی کہتی ہے رنگ عشق جاوداں ہے ....

☆ ☆ ☆

ڈریسنگ روم میں چیزیں ادھر ادھر پھینکے جانے کا ہلکا سا شور تھا.... گلاس ونڈو کے پار سہ پہر شام کے سانچے میں ڈھلنے کو تیار کھڑی تھی.... وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں کھڑی تھی جیسے.... حقیقی عکس لگتا تھا.... کلائی پر الٹی ہوئی واچ کو سیدھا کیا اور کرسی پر بیٹھ گئی.... حرا اس کے پیچھے کھڑی اس کے لمبے بالوں میں سے احتیاط سے پنیں نکال رہی تھی.... ساتھ ساتھ اس کی باتیں بھی جاری تھیں۔

''عقیدت رئیلی یو آر لکنگ ویری بیوٹی فل۔'' (عقیدت! واقعی تم بہت خوب صورت لگ رہیں)

عقیدت نے آئینے میں نظر آتے اس کے عکس پر نظریں جمائی تھیں....

''باتیں کم کرو حرا.... وہ باہر کھڑا غصہ ہو رہا ہو گا.... میں اسے کوئی ایسا موقع نہیں دینا چاہتی....'' حرا بائیں طرف کی پنیں نکال رہی تھی۔

''غصہ کیوں ہو رہا ہو گا....؟'' عقیدت نے ٹھنڈی سانس لی تھی.... چہرے پر تفکر کی چھاپ تھی۔

''جانے شہریار نے کیسے مس نیلم کے کہنے پر ڈرامہ میں ایکٹ کرنے پر ہامی بھرلی.... اسے آخری لمحے تک پتا نہیں تھا کہ میں اس کے مقابل ہوں گی.... آج میری خیر نہیں ہے.... کاش، میں مس نیلم کی بات نہ ہی مانتی....'' حرا اب آخری پن نکال رہی تھی....

''ڈونٹ وری عقیدت.... وہ چھوٹا بچہ نہیں ہے.... زندگی میں ایسے موقع بار بار نہیں آتے....'' وہ اسے تسلی دے رہی تھی.... عقیدت نے مسکرا لگی پلکوں کو بار بار جھپکا تھا.... ایسا لگ رہا تھا کسی نے چھوٹے پتھر رکھ دیے ہوں.... دروازہ ناک کر کے وہ اندر آیا تھا.... اور مخاطب حرا سے ہی ہوا تھا ورنہ اس پر تو ایک خشمگیں نظر ہی ڈالی تھی۔

''کتنا وقت لگے گا.... شام ہونے والی ہے....'' حرا نے بوکھلاتے ہوئے کہا تھا۔

''آپ صوفہ پر بیٹھ جائیں.... بس دس منٹ لگیں گے....'' شہزادہ سلیم چپ چاپ صوفہ پر بیٹھ کر ٹیبل پر

پڑا میگزین اٹھا کر پڑھنے لگا تھا... اک پل کو نظر اٹھی تھی... لانبی پلکیں میک اپ سے سنہری چمکتا چہرہ...
عقیدت نے اسفنج گیلا کر کے حرا کی طرف بڑھایا تھا... حرا اب اس کے چہرے پر گیلا اسفنج پھیر رہی تھی...
یونیورسٹی کے احاطے میں جلتے ست رنگی بلب جل اٹھے تھے... دھماکے سے دروازہ کھلا تھا اور مس نیلم ہانپتی کانپتی اپنے بے ڈول وجود کے ساتھ اندر داخل ہوئی تھیں۔
"اوہ مائی گاڈ... آج کا ڈرامہ بہت شاندار رہا... تم دونوں کی ایکٹنگ تو کمال کی تھی... ہال آدھا گھنٹہ تالیوں سے گونجتا رہا تھا..." وہ اب ریوالونگ چیئر پر گھوم رہی تھیں اور ساتھ ساتھ عقیدت کو دیکھ رہی تھیں۔ شہریار نے میگزین ٹیبل پر رکھ دیا اور مس نیلم کی طرف متوجہ ہوا تھا۔
"آپ نے مجھے یہ کیوں نہیں بتایا تھا کہ میرے ساتھ عقیدت ایکٹ کرے گی...؟" لہجے میں احترام کے ساتھ ساتھ ناراضی کی جھلک واضح تھی... مس نیلم نے بغور عقیدت کو دیکھا تھا۔
"قسم سے شیری مجھے علم نہیں تھا کہ رودابہ فتنی مجھے دھوکا دے گی اور عین وقت پر رفوچکر ہو جائے گی... اسے سلیکٹ کرنے سے پہلے میں نے عقیدت کو کہا تھا مگر اس نے انکار کر دیا تھا... مگر اب مجھے کچھ تو کرنا تھا مجبوری تھی... میڈیا' مہمان سب کے سامنے کتنی سبکی ہوتی... اسی وجہ سے میرے بہت اصرار کرنے پر عقیدت راضی ہوئی تھی... اب پلیز... تم اسے کچھ نہ کہنا۔"
عقیدت نے ان کی بات ختم ہونے پر چور نظروں سے اسے دیکھا تھا... پیشانی پر پڑی شکنیں آہستہ آہستہ کم ہونے لگی تھیں... طالبات اڑن طشتریوں کی طرح دوپٹے اوڑھے خارجی دروازے سے باہر جا رہی تھیں... کچھ کے ہاتھوں میں کوک تھیں جبکہ کچھ کارن فلیکس پکڑے ہوئے تھیں... وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔
"ٹھیک ہے! جلدی آؤ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں" وہ اب ڈائریکٹ دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا مگر اس بار اس کا مخاطب عقیدت تھی... آئینے میں عکس باقی تھے۔

☼ ☼ ☼

وہ دونوں مس نیلم کے کمرے میں بیٹھی تھیں... پورے کمرے میں حرارت پھیلی ہوئی تھی۔
"شہریار نے تمہیں کچھ کہا تو نہیں تھا...؟" مس نیلم کے سوال پر حرا نے بھی اسے دیکھا تھا۔
"کہا تو کچھ نہیں تھا... بس میرے ہاتھ کی کافی صبح ٹیبل پر پڑی ہوئی ملی... بریانی کی پلیٹ ڈھکی ہوئی ہی ملی... پہلے کچن میں ہاتھ بٹاتا تھا... اس دن سارے کام مجھے خود کرنے پڑے تھے... پہلے اپنے موزے خود دھوتا تھا مجھے نہیں دھونے دیتا تھا... اس دن ہفتے بھر کی میلی شرٹس اور موزے مجھ معصوم سے دھلوائے گئے۔"
ریک میں کتاب ڈھونڈتی مس نیلم ہنسی تھیں...
"واؤ سو رومانٹک۔" حرا نے بھی مسکراہٹ مشکل سے دبائی تھی... وہ تینوں کافی پیتی رہیں اور ہنستی رہی تھیں... حرا کو کافی پینے اچھو لگا تھا۔
انارکلی ڈرامہ کے آڈیشن میں ایسے نادر نمونے دریافت ہوئے کہ پوچھو مت... اوم شانتی اوم کے آڈیشنز کو بھی مات دے دی گئی... نورین نے تو ڈانس کے وہ اسٹیپ کیے تھے کہ آنکھیں زمین پر جا پڑیں... رضیہ پنجابن کو جب پتا تھا کہ مقابل شیری ہے تو اس نے سریلی چیخ مار کر کہا تھا۔
"ہائے میں لٹی گئی آں..." چھینی ناک والی آمنہ نے چست چولی دامن پہنا اور جب لہک لہک کر ریہرسل کرنے آئی تو کمر پر ایک شگاف پڑ چکا تھا... تھل تھل کرتا وجود کہاں نازک چولی دامن میں سمٹ کر آنے والا تھا...؟ پروین عرف پینو جو بقول اس کے مس ورلڈ تھی مٹکتی ہوئی آئی اور نزاکت سے چھوٹی آنکھوں میں شرمیلا پن طاری کیا اور کہا۔
"اگر انارکلی ڈسکو چلی آئٹم سانگ پر پرفارمنس کرنی ہو تو مجھ سے ضرور رابطہ کیا جائے..."
مس نیلم نے تو سر پکڑ لیا تھا... سارے ڈڈو'

مینڈک، چھپکلیاں اسی یونیورسٹی میں جمع تھے.... آخر ہزار منتوں کے بعد روداب نخریلی نے ہامی بھری تھی مگر عین وقت پر وہ بھی دھوکا دے گئی تھی.... تبھی مجبوراً عقیدت کو میدان میں آنا پڑا تھا.... اور ہر کوئی گواہ تھا کہ پردے گرنے سے اٹھنے تک اس نے کمال کی پرفارمنس دی تھی.... اور ایک بات کوئی نہیں جانتا تھا کہ سارے مکالمے عقیدت نے ہی لکھے تھے کیونکہ وہ اخبارات میں بھی اکثر مضامین، افسانے لکھا کرتی تھی۔

اور جب سب کے سامنے مہمان خصوصی کی موجودگی کے درمیان مس نیلم نے کہا تھا۔

"ویسے تو میں بھی انارکلی کا رول کرسکتی تھی آخر میں اتنی اسمارٹ اور سلم سی جو ہوں.... مگر پھر سوچا چلو میں اس ڈرامے کی ڈائریکٹر ہی بن جاؤں.... آخر میں آل راؤنڈر ہوں...." ان کی اس بات پر مہمان خصوصی زیر لب مسکرائے تھے مگر باقی سب نے تالیاں پیٹی تھیں.... اور مس نیلم خنداں پیشانی سے یہ تعریفی سند وصول کرتی رہی تھیں۔

مس نیلم آرٹ ٹیچر تھیں اور پوری یونیورسٹی کی جان تھیں.... ان کی طبیعت میں ظرافت پائی جاتی تھی ان کی کوئی اولاد نہیں تھی ان کے میاں فوت ہو چکے تھے.... اور وہ اکیلی رہتی تھیں۔

جب ساون رتوں میں بارشیں کھڑکیوں کے شیشوں پر تڑتڑ جیسی آوازیں پیدا کرتی تھیں تو وہ ڈر جاتی تھیں.... چوری چھپے روتی تھیں.... ہر وقت کی ہنسی میں چھپے دکھ کو کوئی بھی نہ سمجھ سکا تھا.... ہنستے ہنستے پلکیں بھیگ جاتی تھیں.... مگر عقیدت نے وہ راز کھوج ہی لیا تھا۔

شدت غم کو تبسم میں چھپانے والے
دل کا ہر راز نگاہوں سے عیاں ہوتا ہے

☆ ☆ ☆

بھیگتی ہوئی رات کا سحر طاری تھا.... ہلکی ہوا چلتی تھی تو اس میں چنبیلی کی بھینی بھینی مہک ہوتی تھی.... ٹیرس کا بلب جل رہا تھا.... وہ ٹیرس کے جھولے پر بیٹھی تھی.... گود میں تکیہ رکھے اور اس کے اوپر ڈائری رکھ کر وہ کچھ لکھ رہی تھی.... آہٹ پر اس نے سر اٹھایا تھا.... وہ تھکے تھکے انداز میں بیگ ٹیبل پر رکھتا مقابل کرسی پر بیٹھ چکا تھا.... بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے اور ساحر آنکھوں سے تھکن جھانک رہی تھی.... سفیدے کی چوٹیوں سے جھلکتے چاند کی روشنی اس پر پڑ رہی تھی....

"آج کھانے میں کیا ہے؟" وہ پوچھ رہا تھا.... اس کا مطلب تھا کہ وہ سخت بھوکا تھا....

"بریانی بھی ہے اور فش بھی فرائی کی تھی۔ لے آؤں؟" عقیدت نے پوچھا تھا.... شہریار نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ ڈائری کا ورق موڑتی سیڑھیوں سے نیچے چلی گئی تھی.... ہوا سے سفیدے کے پتوں میں سرسراہٹ پھیل رہی تھی.... اس نے ڈائری کا مڑا ہوا ورق وہیں سے کھولا تھا.... زرد روشنی الفاظ پر بکھرنے لگی تھی۔

"آج میں بالکل تنہا سی ہوں.... جیسے شام ہوتی ہے جس کا وجود تاریکی سے عبارت ہے.... میرے پاس پھولوں، خوشبوؤں، بہاروں، خزاؤں کی داستانیں ہیں اور آج کل کی بھاگتی دوڑتی زندگی میں ایسی داستانوں میں کون دلچسپی رکھتا ہے؟ کبھی کبھی لگتا ہے کہ جیسے میں کسی بوسیدہ کتاب کا خستہ سا ورق ہوں.... جو بالکل کورا ہے اور اس کا وجود کسی بھی عبارت سے خالی ہے۔"

شہریار نے گہری سانس لے کر ڈائری مقررہ جگہ پر رکھ دی تھی.... اگلے پانچ منٹ میں وہ کھانا لے آئی تھی.... وہ چپ سا چھوٹے چھوٹے نوالے لیتا رغبت سے کھانا کھا رہا تھا.... عقیدت نے خوش ہو کر اس کے پرسکون چہرے کو دیکھا تھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی گرل کی پاس جا کھڑی ہوئی تھی.... چاند سفیدے کے چھدرے پتوں کی راج دھانی سے سرک کر اب آسمان کے وسط میں آن ٹھہرا تھا۔

وہ چاند کی طرف ہی نظریں ٹکائے کھڑی تھی۔

"کل چاول، سبزیاں اور فروٹ جلدی دے جایئے گا پھر آپ بعد میں اکیڈمی پڑھانے چلے جایئے گا...." وہ

چونکا تھا۔

"خیر تو ہے....؟" ہوا چنبیلی کی مہک سے بھری گھوم رہی تھی.... وہ اب پانی پی رہا تھا.... عقیدت بولی تھی۔

"کل جمعرات ہے ناں.... چاچا' چچی اور امی ابو کے ایصال ثواب کے لیے محلے کے بچوں کے لیے کھانا پکاؤں گی...." شہریار نے سرہلا دیا تھا.... یہ وہ معمول تھا جو وہ جانے کب سے دہرا رہی تھی۔

"تمہارے لیے کچھ نہیں لانا کیا؟" وہ اپنے فرض میں کبھی بھی کوتاہی نہیں کرتا تھا اور یہ بات وہ اچھی طرح جانتی تھی....

"نہیں میرے پاس سب کچھ ہے...." وہ اطمینان سے کہتی ہوئی واپس مڑی تھی اور برتن اٹھاتی سیڑھیاں اتر گئی تھی.... انگوروں کی بیل پر جگنو قطار در قطار لٹکے ہوئے تھے۔ وہ چند ثانیے انہیں دیکھتا رہا تھا۔ کوٹ کے سائیڈ والی پاکٹ سے پین نکالا اور ڈائری اٹھالی تھی.... اب وہ عقیدت کی لکھی عبارت کے سامنے چھوڑی گئی جگہ پر کر رہا تھا.... موتیوں کی سی خوب صورت لکھائی ڈائری کے اوراق پر جیسے سج گئی تھی۔

"زندگی میں بہت بار ہم یہ سمجھ ہی نہیں پاتے کہ ہمارے پاس کوئی نہ کوئی سہارا ضرور ہوتا ہے.... تمہیں لگتا ہے کہ تم تنہا ہو.... اور تمہاری گلوں' موسموں' بہاروں کی داستانیں سننے والا کوئی نہیں.... تم غلط ہو عقیدت.... اپنے وجود کے گرد چڑھے خول کو توڑو اور پھر دیکھو.... تمہارے پاس "وہ" ہے جو کسی کے پاس نہیں.... تمہارے پاس' تمہاری دسترس میں انار کلی جیسا رنگ عشق ہے.... وہ رنگ جو مٹتا نہیں.... جاوداں ہے۔" رات کی سلوٹ پر دراڑیں پڑنے لگی تھیں.... فجر رات کے چوکھٹے پر سر نیہواڑے کھڑی ہے۔

✡ ✡ ✡

"اپنے بھائی اور بھابھی کی ناگہانی موت کے بعد اکرام علی اپنی بھتیجی کو اپنے گھر لے آئے تھے....

تقریباً" دو سال بعد ان کی اہلیہ بھی وفات پا گئی تھیں.... پھر اپنے بیٹے شہریار اور عقیدت کو انہوں نے ہی پالا تھا.... جانے کیوں ہمیشہ شہریار اور عقیدت میں فاصلہ ہی رہا تھا.... جیسے جیسے عقیدت بڑی ہوتی گئی.... سمجھ دار ہوتی گئی.... گھرداری اس نے پڑوسن خالہ سے سیکھ لی تھی پھر وقت گزرتا گیا اور وہ ہر کام بخوبی سرانجام دیتی رہی.... پڑھائی سے لے کر گھرداری تک وہ ماہر تھی.... اس کی اور شہریار کی عمر میں سات برس کا فاصلہ تھا.... شاید یہ اتنی عمر نہیں تھی کہ فاصلہ رکھا جاتا مگر جانے کیوں وہ دونوں کبھی ایک دوسرے کو سمجھ ہی نہ سکے۔

کبھی کبھی بس برائے نام ہی بات ہوتی تھی.... سنجیدگی کے بھاری خول نے انہیں دور کر دیا تھا۔

پھر جب چچا جان پر فالج اٹیک ہوا تھا تو وہ دونوں بہت پریشان رہے تھے.... وہ دونوں چپکے' چپکے روتے کبھی بھی ایک دوسرے کو حرف تسلی نہ دے سکے.... اور پھر گھر.... چچا جان کے وجود سے خالی ہو گیا تو جیسے مشکلات کا انبار ٹوٹ پڑا تھا۔

ساری جمع پونجی لگ چکی تھی اور ان کے تعلیمی اخراجات بھی بہت بھاری تھے.... وہ رات گئے ٹیوشنز پڑھا کر آتا تھا.... وہ سہمی' سہمی ادھر ادھر گھومتی رہتی.... چچا جان نے چچی جان جب حیات تھیں ان سے مشورہ کیا تھا اور پھر تقریباً" پندرہ سال بعد ان کا نکاح کر دیا تھا.... اور وہ سمجھوتے کی چادر اوڑھے چپ رہے.... یہی زندگی تھی.... وہ گھر کا مرد تھا اور سارا سارا دن دھکے کھاتا تھا اور عقیدت اس کے شانہ بشانہ کھڑی تھی.... وہ خود بھوک برداشت کر لیتی تھی مگر اسے کبھی بھی بھوکا نہیں رکھتی تھی.... رات ڈھلنے سے صبح اترنے تک وہ اسے آرام دیتی تھی.... کپڑے استری کر کے ہینگ کر دیتی.... شوز پالش کر کے رکھتی تھی.... اس کے آنے پر ہی کھانا گرم کر کے دیتی تھی.... وقت نے آہستہ آہستہ ان کی چپ توڑی تھی اور وہ دونوں دوستی کے دائرے میں مقید ہو گئے۔

وقت گواہ تھا کہ عقیدت نے شہریار اکرام کے لیے دن رات کا آرام تیاگ دیا تھا.... وہ روز راتوں کے

آخری پہر اکیلے کمرے میں دیواروں پر اترتے سائے دیکھ کر ڈر جاتی تھی... وہ خود سے باتیں کرنے لگی تھی ... مگر کب تک ... پھر دل کے احسات ڈائری کے کورے اوراق پر جگہ بنانے لگے تھے... شہریار اکرام نے پہلی بار جب اس کی ڈائری کا ایک ورق پڑھا تھا تو اسے لگا تھا عقیدت اس کی زندگی کا اہم ستون ہے... اور پھر آہستہ آہستہ وہ سارے خول توڑتا گیا... اور ان کے مابین دوستی کا رشتہ استوار ہو گیا اگرچہ جو زیادہ مضبوط نہیں تھا مگر پھر بھی غنیمت تھا... شہریار کو وہ الفاظ آج تک یاد تھے اور وہ بھی اپنے پورے معنی اور مطالب کے ساتھ...

''یہ رات کے اندھیرے میں سائے مجھے کیوں ڈراتے ہیں... بیڈ کے نیچے چھپتی ہوں تو یہ وہاں بھی آجاتے ہیں... مجھے ان سے بہت ڈر لگتا ہے... کہتے ہیں کوئی مرجائے تو اس کی روح سایہ بن کر گھومتی رہتی ہے... کیا یہ وہی روحیں ہیں...؟ کاش... یہ چاند روز آسمان پر ابھرا کرے... جب چاند ہوتا ہے تو ڈراؤنے سائے نہیں ہوتے... میرا کوئی بھی دوست نہیں ہے پیاری ڈائری... تم میری باتیں سنتی رہتی ہو مگر بولتی نہیں ہو... تم بولا کرو ناں... مجھے خاموشیاں اچھی نہیں لگتی ہیں... مجھے ان سے خوف آتا ہے... تم بولا کرو گی ناں...؟''

آخری سوال پر نمکین پانی کے قطرے سیاہی میں مدغم ہوتے صاف دیکھے جاسکتے تھے... وہ ہمیشہ شہریار کو دن کے پہر پرسکون نظر آتی تھی مگر رات کے تاریک پہر کے قصوں سے وہ اب آگاہ ہوا تھا۔

رات جو ساحر ہے۔ جو وجود پر کبھی کبھی چابک کی طرح لگتی ہے اور یہ چابک عقیدت کے حصے میں روز آتا تھا...

☼ ☼ ☼

لڑکیوں اور لڑکوں کی ٹولیاں نوٹس بورڈ کے گرد جمع تھیں... رضیہ پنجابن کو سکتہ ہو گیا تھا اور گم صم سی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑی تھی... فائزہ چیمہ اس کی مارکس شیٹ اس کے سامنے لہرا لہرا کر کہہ رہی تھی...

''رضیہ... توں تاں لٹی گئی ایں...'' رضیہ کے سامنے مارکس اماں کے بنائے گئے گول لڈوؤں کی طرح گھومنے لگے تھے...

پروین عرف پینو بھنگڑا ڈال رہی تھی... خوش قسمتی سے وہ پاس ہو گئی تھی... رودابہ درانی نے ایک پیپر میں فیل ہونے کا غم نزاکت سے ٹشو پیپر میں جذب کر دیا تھا... عقیدت کو حرا نے جالیا تھا...

''اتنی دیر کردی آنے میں... میں تو فاتحہ پڑھنے لگی تھی...'' حرا نے ہاتھ میں پکڑی فائل اسے رسید کردی تھی...

''میں تو جلد ہی آرہی تھی... بس وہ راستے میں بائیک خراب ہو گئی تھی...''

''اور شہزادہ سلیم کہاں ہیں...؟'' حرا نے پوچھا تھا۔

''وہ بائیک کو ورکشاپ میں لے گیا ہے...''

''اوہ... چلو پھر کینٹین... اور ٹریٹ دو... پوری کلاس تمہاری منتظر ہے...'' وہ الجھی ہوئی نظر آرہی تھی۔

''میں ٹریٹ دوں... مگر کیوں؟'' حرا نے اس کی الجھن کو بغور دیکھا اور زور سے گلے لگالیا...

''پاگل... تمہاری فرسٹ پوزیشن آئی ہے...'' عقیدت نے بے ساختہ منہ پر ہاتھ رکھا تھا... بے یقینی سی بے یقینی تھی... آنکھوں میں جگنو چمک اٹھے تھے ... راتوں کی ریاضت رنگ لے آئی تھی۔ وہ ساری ساری رات چہل قدمی کرتی ہوئی پڑھتی رہتی تھی جبکہ شہریار بنچ پر بیٹھا اپنا کام کرتا رہتا تھا... وہ بغور اسے دیکھتا ہنستا تھا۔

''رٹے لگانے والے کبھی کامیاب نہیں ہوتے ...'' وہ بھڑک جاتی...

''شہریار اکرام میں تو محنت کرتی ہوں...'' وہ لیپ ٹاپ گود میں رکھے بیٹھا ہوتا تھا۔

''چلو جب رزلٹ آئے تو پہلے مجھے بتانا...'' وہ بلب کے نزدیک کھڑی ہوتی تھی تو اس کے قریب آجاتی تھی ...

''کامیاب ہوئی تو کیا دو گے؟'' یونانی دیوتا کی سنہری

آنکھیں جگمگ کرنے لگتی تھیں۔۔۔

"جو تم مانگو گی وہی دوں گا۔۔۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی تو وہاں سنجیدگی کی چھاپ نظر آتی تھی۔۔۔

☼ ☼ ☼

روڈ کے کنارے لگے نیون سائن چمک رہے تھے۔۔۔ ٹریفک کی آمدورفت نہایت کم تھی۔۔۔ پیدل چلنے والوں کی تعداد کثرت میں تھی جو روزانہ ہوا خوری کے لیے گھروں سے نکلتے تھے۔۔۔ وہ دونوں آہستہ آہستہ ٹہل رہے تھے۔۔۔ دونوں کے ہاتھوں میں پاپ کارن تھے۔۔۔ شہریار نے اسے بغور دیکھا تھا۔

"تم نے بتایا نہیں کہ تمہیں کونسا گفٹ چاہیے؟" وہ پوچھ رہا تھا۔۔۔ عقیدت نے اردگرد پھیلی روشنیوں کو دیکھا تھا۔

"انسان کی سب سے قیمتی چیز کیا ہوتی ہے۔۔۔؟" عقیدت نے پلٹ کر سوال کے اوپر سوال داغ دیا تھا۔۔۔ ایک پاپ کارن شہریار کے ہاتھوں سے چھوٹ کر ہواؤں میں اڑ گیا تھا۔

"میرے خیال میں انسان کا دل اس کی سب سے قیمتی چیز ہوتی ہے۔۔۔" عقیدت نے روڈ کنارے بنے بنچ کی طرف اشارہ کیا تو وہ دونوں وہیں بیٹھ گئے تھے۔۔۔ صندلی خوشبو میں رچی ہوئی ہوا آوارہ گھوم رہی تھی۔۔۔ اردگرد لگی روشنیوں کو عقیدت نے جیسے گم ہوتا محسوس کیا تھا۔

"میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔۔۔ پلیز آپ میری بات اطمینان سے سنیے گا۔" آواز لرزنے لگی تھی شہریار اکرام نے بغور اسے دیکھا تھا۔

"ہاں کہو۔۔۔ میں سن رہا ہوں۔" روشنیاں مدھم ہو رہی تھیں۔۔۔ پاپ کارن کا پیکٹ اس نے گود میں رکھ لیا تھا۔۔۔ اب وہ گم ہو جانے والے الفاظ اکٹھے کر رہی تھی۔

"میں جانتی ہوں کہ گزرے ہوئے سالوں میں کبھی بھی ہم دونوں میں انڈراسٹینڈنگ نہ ہو سکی شاید اس سب کی وجہ ہمارے مزاج مختلف ہونا تھے یا پھر جو بھی تھا۔۔۔ مگر چچا جان کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہماری مجبوری تھی۔۔۔ اب ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم کوئی بہتر فیصلہ کرلیں۔۔۔" شہریار نے جیسے اپنے وجود سے جان نکلتی ہوئے محسوس کی تھی۔

"تمہارے خیال میں بہتر فیصلہ کیا ہو سکتا ہے۔۔۔؟" رنگوں نے بے رنگی اختیار کرلی تھی۔

"میں خود کو فی الحال اس بات کا اہل نہیں پاتی کہ درست فیصلہ کر سکوں مگر میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے آپ کو سمجھوتے کی زندگی گزارنی پڑے۔۔۔ میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے آپ کو کوئی تکلیف اٹھانی پڑے۔۔۔ آپ خود مختار ہیں جو بھی فیصلہ کریں گے۔۔۔ مجھے منظور ہو گا۔۔۔" لفظ بازگشت کی طرح اڑ اڑ کر سماعتوں میں انڈیلے جا رہے تھے۔۔۔ اذیت در اذیت۔۔۔ اداسی سی چار سو پھیلنے لگی تھی۔

"عقیدت۔۔۔ اور تم۔۔۔ تمہارا فیصلہ اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے کیا؟"

"میری ذات میں بہت خلا ہیں اور خلاؤں سے پر وجودوں کی خوشی کوئی بھی معنی نہیں رکھتی۔۔۔ بس میں اتنا چاہتی ہوں کہ میری وجہ سے کسی کو بھی سمجھوتا نہ کرنا پڑے۔۔۔"

"مگر عقیدت۔۔۔ اتنا وقت گزر گیا اور یہ بات تم اس وقت کیوں سوچ رہی ہو۔۔۔ کیا میرے کسی بھی فعل سے تمہیں ایسا محسوس ہوا کہ تم میرے لیے بوجھ ہو۔" وہ پوچھ رہا تھا۔۔۔ تصدیق چاہ رہا تھا۔۔۔ عقیدت کی آنکھیں ڈبڈبا گئی تھیں۔۔۔ ہلکی سی خوشبوؤں میں لپٹی ہوا چلی تھی۔

"ایسی کوئی بات نہیں شہریار۔۔۔" آنسو جو رو کے بیٹھی تھی وہ شہریار کے اٹھ کر اسے جھنجوڑنے پر آنکھوں سے پھسل پڑے تھے۔

"تمہیں کیا لگتا ہے صرف تمہارے ہی جذبات' احساسات ہیں۔۔۔ میں کچھ نہیں ہوں۔۔۔ تم ہی فرار کی راہیں تلاش کر رہی ہو۔۔۔ میں ایسی لڑکی کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں جو میری راحت کے لیے اپنا آرام تک تج دیتی ہے۔۔۔ جس نے مجھے اس وقت سہارا دیا جب میں

کچھ نہ تھا... مجھے اس قدر خود غرض مت بناؤ کہ مجھے اپنی ہی ذات سے شرمندہ ہونا پڑے...“ وہ شدید غصے میں تھا... عقیدت کی گود میں رکھے پاپ کارن نٹ پاتھ کے کنارے گر کے اڑنے لگے تھے...

وہ اب اپنا ہاتھ تھام کر فرسٹریشن میں چلا رہی تھی۔

”جب اتنی پروا کرتے ہو تو بتاتے کیوں نہیں... بہت انا والے ہو تم شہریار اکرام... دو قدم تم نہیں اٹھا سکتے تو ایک قدم میں بھی نہیں بڑھاؤں گی۔“ وہ اب واپس مڑ رہی تھی... وہ اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

نیون سائن جھماکے سے جلنے بجھنے لگے تھے... اور وہ دونوں لڑتے جھگڑتے تیز چلتے جا رہے تھے... یہ سب رنگوں میں سب سے بھاری رنگ عشق ہے جس کے آنگن میں موسم، گل، مہک اور مشکبار ہوائیں، نثار ہوتی ہیں... عشق ست رنگی لالی کے جیسا ہوتا ہے جب عشق زادوں کے وجود پر گرتا ہے تو سرور کے ساتھ ساتھ ایک اور ساز بھی ابھرتا ہے۔

”بہ نوک خاری رقصم... بہ نوک خاری رقصم...“

بیچ خالی ہے مگر بازگشت باقی ہے... یہ عشق زادے بھی ناں ”وجود“ لے جاتے ہیں ”آوازیں“ چھوڑ جاتے ہیں۔

☼ ☼ ☼

کمرے میں مکمل خاموشی کا راج تھا... مس نیلم گم صم سی صوفہ پر بیٹھی تھیں... ان کی نظروں میں خالی پن سا تھا... عقیدت نے ان کے ہاتھ تھامے تھے اور پیار سے ان کا چہرہ دیکھا تھا۔

”آپ نے اپنے وجود پر یہ جو ”بہادری“ کا خول چڑھایا ہوا ہے ناں... اور آپ ہر کسی کی باتوں پر ہنستی ہیں اور قہقہے لگاتی ہیں... اب اس بہادری کے خول میں دراڑیں پڑنا شروع ہو گئی ہیں... راتوں کو تو کھل کر آپ روتی ہوں گی مگر دن کے اجالوں میں ہنسی کے پیچھے چھپا دکھ کبھی کبھی منظر عام پر آ ہی جاتا ہے... شہریار، پروفیسر رضی کی وہیل چیئر لا رہا ہے... آپ ان کی بات مان لیں... زندگی میں ایسے موقع بار بار نہیں آتے۔“ وہ انہیں گلے سے لگاتی باہر آ گئی تھی... شہریار بھی پروفیسر رضی کو کمرے میں پہنچا کر کمرے کو اک نظر دیکھتا باہر آ گیا تھا۔ پروفیسر رضی کی نظریں مس نیلم کے کپکپاتے ہاتھوں پر تھیں۔ وہ اب کچھ سوچ رہے تھے... پھر انہوں نے ہی ابتدا کی تھی۔

”میں خود کو آپ کے قابل تو نہیں سمجھتا مگر پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے پرپوزل پر نظرثانی کریں... میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو خوش رکھنے کی پوری کوشش کروں گا...“ مس نیلم نے اک نظر اس کشادہ پیشانی والے شخص کو دیکھا تھا... خاموشی سے ادھر ادھر ٹہلتی رہیں... آخر وہ بولی تھیں۔

”مگر رضی... لوگ کیا کہیں گے...؟“ وسوسے بلند ہونے لگے وجود سے بھی...

”نیلی... کیا تمہیں اپنی تنہائی، ویرانی نظر نہیں آتی جو تم ابھی تک لوگوں کو سوچتی ہو... جب ہم دونوں کی رضا ہے... ہمارا دین اجازت دیتا ہے تو ہم کیونکر لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی خوشیاں خود پر حرام کر لیں...“

”مگر پھر بھی...“ مس نیلم تذبذب کا شکار تھیں۔

”نیلی... اگر تم مجھے میری معذوری کی وجہ سے...“ نیلم نے ان کی بات کاٹ دی تھی۔

”نہیں رضی... ایسی بات نہیں ہے۔ ہم ماضی میں اچھے دوست رہے ہیں... میں نے کبھی بھی آپ کو کم تر نہیں سمجھا...“

”مگر جب زندگی میں شامل کرنے کی بات ہو تو اکثر معیار بدل جاتے ہیں۔“ پروفیسر رضی کی آواز میں کچھ درد سا تھا۔

”نہیں رضی... اگر خوشیوں کا سوال ہے ناں... تو میں راضی ہوں... مگر میں ہمیشہ یہ چاہوں گی کہ اگر کہیں زندگی میں لوگوں کو وضاحت دینے کی بات آئے تو ہم دونوں مل کر متحد ہو جائیں گے... میں اپنی باقی ماندہ زندگی اندھیروں کے خوف اور تنہائی کے ڈر سے نہیں گزار سکتی رضی...“ وہ رو رہی تھیں... اور پروفیسر رضی ان کو چپ کرانے کی کوششوں میں تھے۔

کھڑکی کے شیشے سے ناک لگائے تانکا جھانکی کرتی رضیہ پنجابن نے چیخ ماری تھی۔

"ہائے... میں لٹی گئی آں..." شدت جذبات میں اس کا ہاتھ چشمش فریحہ کی عینک پر جا پڑا تھا... فریحہ کی عینک کے ٹوٹے عدسے ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ اور فریحہ کہہ رہی تھی...

"اللہ کرے... اگلی بار بھی فیل ہو جاؤ..." رضیہ پنجابن نے آنکھیں غصے سے میچ لیں...

"درفٹے منہ... رب کرے تیریاں لتاں ٹٹ جاون... تے اتھری گھوڑی وانگوں کلانچاں یار دی پھریں۔" کوریڈور میں ہنسی دور تک گونج رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

پورا ہال بقعہ نور بنا ہوا تھا... عقیدت انار کلی فراک کے ساتھ گز بھر کا دوپٹا اوڑھے ادھر ادھر گھوم رہی تھی شہریار اکرام دل کے ہاتھوں ان گنت نظریں اس پر ڈال چکا تھا مگر مجال ہے جو عقیدت نے اس کو لفٹ کروائی ہو... اسٹیج پر بیٹھی مس سلیم کی آنکھوں میں سچی خوشی کی چھاپ تھی جبکہ پروفیسر رضی بھی پرسکون نظر آ رہے تھے... رضیہ پنجابن نے پراندہ لہرایا اور گانے کی کوشش کی...

"لٹھے دی چادر اتے سلیٹی رنگ ماہیا۔
آؤ... سامنے آؤ سامنے تے رس کے ناں کولوں لنگھ ماہیا۔"

دبی دبی ہنسی کورس میں گونجی تھی... پروین عرف پینو اب کمر کس کے میدان میں آئی تھی...

"چھوڑ چھاڑ کے اپنے سلیم کی گلی...
اوہ... ہوا انار کلی ڈسکو چلی..."

پینو بے چاری کی آواز کو بھی بمشکل برداشت کیا گیا تھا... سب کی دیکھا دیکھی ساڑھی میں ملبوس نخریلی روداابہ نے انگریزنی بننے کی بھرپور کوشش کی تھی

"Give me some sunshine..."
"Give me some Love..."

آخر میں رضیہ پنجابن اور چشمش فریحہ نے کپل ڈانس کیا... اور رضیہ کی ہیل فریحہ کے پیر کا قیمہ بنا گئی تھی... فریحہ اسے جی بھر کر کوس رہی تھی... رضیہ نے جواباً "درفٹے منہ" کہہ کر پراندہ لہرا دیا تھا۔ مدھم روشنیوں میں کھڑی عقیدت نے اپنے سامنے شہریار کو پایا تھا...

"اے سنہری آنکھوں والی... نک چڑھی دوشیزہ... بندہ ناچیز آپ کی گلوں، بہاروں، موسموں کی باتیں ساری عمر برداشت کرنے کو تیار ہے... کیا آپ کو یہ ساتھ قبول ہے...؟" وہ ہاتھ میں منہ بند سرخ کلی لیے کھڑا تھا... سنہری آنکھوں والی لڑکی نے اس لڑکے کو دیکھا... ان آنکھوں میں عشق کا رنگ جھلک رہا تھا... ہاتھ بڑھا کر کلی تھام لی...

"شہریار اکرام... زندگی میں کچھ چیزیں انسان کی سانس سے زیادہ قیمتی ہوتی ہیں... جن کی حفاظت پورے دل و جان سے کی جاتی ہے... اور تم میرے لیے وہی ہو... میں اپنے اللہ کی شکر گزار ہوں کہ اس نے میرا جوڑ تمہارے ساتھ بنایا..." سنہری پانی میں نہائی لڑکی کے چہرے پر شام کے چھینٹے پڑ گئے تھے وہ لڑکا اس لڑکی کو۔ روشنیوں کے دائرے میں کھینچ لیتا ہے... ہال میں تالیاں بجتی چلی جاتی ہیں۔

"دنیا میں میرے لیے سب سے قیمتی چیز عقیدت ہے... میں اپنے رب کا شکر گزار ہوں کہ اس نے میرا جوڑ سنہری آنکھوں والی لڑکی کو بنایا..." ہر طرف ہنسی ڈھول پر پڑتی تھاپ کی طرح امنڈ پڑی تھی۔

دل و دیوار پر رنگ و نور کے چھینٹوں نے سلامی دے دی ہے... اور جو جوڑ اللہ بناتا ہے وہ کسی اور کے اختیار میں نہیں... جوڑے سے جوڑ جوڑنے کا حق اللہ کو ہے جو کہ ایک اچھا منصف اور عادل ہے۔